No. L.84. — Registered

اخبار نور افشاں لودیانہ

آفتاب صداقت

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہی

نمبر (۱۳) — مطبوعہ ۳۱ مارچ ۱۸۹۹ء بروز جمعہ — جلد (۲۷)

گلدستۂ اخبارات

لکھنؤ میں مصنوئی جنگ کی خوب کیفیت رہی۔ ایک فرضی غنیم کی فوج رائے بریلی سے روانہ ہوئی۔ ارادہ تھا کہ دھاوا بولتی ہوئی سیتاپور پر قبضہ کرے۔ مگر لکھنؤ کی فوج کے کمانڈر نے غنیم کو شمال کی طرف بڑھنے سے روکا۔ اور جنوب کی طرف پس پا کر دیا؛

امیر کابل کے لئے بندوقوں کی ایک بھاری ارسال ولایت سے آئی ہوئی پشاور میں پڑی تھی۔ امیر کے نوکر یہاں سے اٹھا کر کابل لے گئے۔ ساٹھ اونٹ لدے ہوے تھے۔ ہر ایک اونٹ پر ساٹھ ساٹھ بندوقیں تھیں؛

بمبئی۔ کراچی اور کلکتہ میں تو طاعون نے ڈیرہ جما ہی رکھا تھا۔ اب شہر مدراس سے بھی طاعون پھوٹنے کی خبر آئی ہی۔ ایک فوتی اور ایک واردات ہو گئی ہی؛

ضلع پشاور کے بازار اوکرہ پورہ کو ۳۰ مسلح ڈاکوؤں نے خوب لوٹا۔ اِس کے بعد دوسرا گاؤں نورنہ بھی لوٹا؛

بنوں میں عرصہ ۱/۲ ۲ ماہ میں ۳۰ واردات قتل ۱۳۹ نقب زنیاں ہوئیں؛

ولایتی کھانڈ پر جو مزید محصول درآمد عاید کیا گیا ہی۔ اُس کی بڑی شرح ۹ روپیہ ۲ آنہ فی من قرار پائی۔ سب سے زیادہ جرمنی و آسٹریا و ہنگری سے آتی ہی۔ جس پر شرح محصول درآمد ایک روپیہ ۲ آنہ تک ہوگی؛

گورنمنٹ انڈیا کے دفاتر کی روانگی کلکتہ سے شملہ کو شروع ہو گئی۔ پہلے کلکتہ میں معاینہ ہوگا اور ایک سارٹیفکٹ دیا جاویگا۔ ہر ایک مسافر کو یہہ سارٹیفکٹ رکھنا ہوگا۔ دوسرا معاینہ کالکا میں ہوگا وہاں پر یہہ سارٹیفکٹ دکھانا ہوگا۔ یہہ تمام انتظام اِس لئے کیا جاتا ہی کہ وبا شملہ میں آنے نہ پاوے؛

برما میں حکم ہوا کہ چیف کورٹ مقرر ہونے تک ایک زاید جوڈیشل کمشنر مقرر کیا جاوے۔ کام بہت ہی؛

مدراس بینک کی شاخ کولمبو کا سابق خزانچی بجرم عظیم غبن کے ۲ لاکھ کی ضمانت پر چھوٹا ہی؛

سرحدی قوم توری کو فوج میں لینے کا ارادہ ہی یہہ شیعہ ہیں اور تمام فرقوں سرحد کورم کے ساتھہ مذہبی مخالفت رکھتے ہیں۔ اور قوم چمکنی کے سزا دینے میں سرکار کی مدد کی ہی؛

مہاراجہ پٹیالہ پرنس باسدیو سنگھ کی ہمشیرہ سے منسوب ہوئے۔ ماہ مئی میں شادی ہوگی۔ نئی مہارانی مہارانا صاحب دھولپور کی سالی ہیں؛

گورنمنٹ انڈیا نے ملٹری وجوہات پر قرار دیا ہی کہ لایل پور میں ایک دیسی رجمنٹ رسالہ رکھنا ضروری نہیں؛

مرادآباد میں میونسپل انتخاب پر لٹھ چلے۔ ایک طرف مختار دوسری طرف آنریری مجسٹریٹ۔ مقدمہ عدالت میں دایر ہوا؛

نیو ہیبرڈیز کے جزیروں میں سے ایک میں آٹھ سو کے قریب مسیحی ہیں جنکی طرف سے قریباً چالیس شادی شدہ شخص بطور اُستاد کے دوسرے جزیروں میں۔ اور اکیس طالبعلم ٹیچرز ٹریننگ انسٹی ٹیوشن میں بھیجے گئے ہیں؛

ایڈیٹوریل نوٹس

آدمی کی قربانی

آج کل کئی اخباروں میں یہہ عجیب و غریب خبر نظر سے گذری کہ بمبئی میں ایک مزدور کو چند آدمی انجن میں جلانا چاہتے تھے۔ مزدور کا نام گوبند داس تھا۔ وہ اکولا ہنگولی کی سڑک کی مرمت پر کام کرتا تھا۔ چند روز ہوئے وہ تھانہ میں رپورٹ لکھانے آیا۔ اُس کا سر اور ہاتھ اور سینہ آگ سے جھلسا ہوا تھا اور بڑی ہیبتناک حالت بنی ہوئی تھی۔ اُس کا بیان یہہ تھا کہ وہ ہنگولی بازار سے کام پر آتا تھا۔ اثنائے راہ میں ایک روئی صاف کرنے کا کارخانہ تھا۔ کارخانہ کے چند آدمیوں نے اُس کو بُلایا اور کہا کہ حقہ پیتے جاؤ۔ جب وہ کارخانہ کے احاطہ میں انجن کے قریب پہنچا تو اچانک دو تین آدمی اُسے پکڑ کر سر کیطرف سے انجن میں ڈالنے لگے۔ لیکن چونکہ وہ مضبوط آدمی تھا کشمکش کر کے چھوٹ گیا اور بھاگ کر اپنے گھر گیا تاہم آگ کی لپٹوں سے اُس کے بدن کا بہت سا حصہ جل گیا۔ تھانہ میں رپورٹ لکھوانے آیا تو درد سے بہت بے چین تھا۔ اِس لئے ہسپتال میں بھیجا گیا لیکن دس روز کے بعد وہ مر گیا۔ ایک پارسی انجنیئر مسمی نوروزجی جو کارخانہ کا شریک ہے اور ایک انجن چلانے والا گرفتار ہوئے۔ انجنیئر بیس ہزار کی ضمانت پر رہا ہے۔ عام طور پر ایسا مشہور ہے کہ انجن چونکہ اچھی طرح کام نہیں دیتا تھا اِس لئے اِس بیچارہ مزدور کی قربانی دینا چاہتے تھے“

ہندوستان سے یہہ رسم گورنمنٹ کی بدولت بالکل جاتی رہی ہے۔ اور تہذیب اور شائستگی کی روز بروز ترقی ہو رہی ہے۔ تمام اہل ہند متفق اللفظ کہتے ہیں کہ اِس قسم کی قبیح رسموں کا اب نام و نشان نہیں پایا جاتا مگر جب کبھی ایسے ظلم و ستم کی واردات سُننے میں آتی ہے تو یہہ کہنا پڑتا ہے کہ ہندو مذہب میں جور و ستم کی تعلیم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ باوجود انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے اِن کے خیالات میں قدیم توہمات موجود ہیں۔ عورتوں کا ستی ہونا۔ کاشی کروت لینا۔ آدمیوں کی قربانی کرنا۔ ہر چند موقوف ہو گیا۔ لیکن وحشت اور حیوانیت کا اثر کچھ نہ کچھ اب تک چلا جاتا ہے۔ ہندوؤں کی روحانیت کی بابت جو بڑے بڑے لکچر دئے جاتے ہیں۔ اور اخباروں اور کتابوں میں لمبے چوڑے مضامین لکھے جاتے ہیں اِس امر میں بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ عام لوگوں کو جانے دو۔ تعلیم یافتہ ہندوؤں کی حالت پر اگر غور کیا جاوے تو اُن میں روحانی آدمی شاذ و نادر ہی نظر آئیں گے۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ہندوؤں کی ریت و رسم اور روزانہ زندگی کے طریق کو دیکھا جاوے تو خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اِن لوگوں میں بہت کچھ روحانیت پائی جاتی ہے۔ اور اِس میں کوئی کلام نہیں کہ دینداری کی بیرونی صورت کو اچھی طرح اختیار کر رکھا ہے۔ لیکن جب اہل نظر اِس بیرونی سطح کی تہ کو دیکھتے ہیں تو ایک ایسا بیرونی لفافہ نظر آتا ہے جس کے اندر حقیقی دینداری بہت کم ہے۔ اُن کے دلوں میں روحانیت کے بجائے دنیا پرستی نے اپنا گھر کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ذرا اہل ہند تعصب کی عینک اپنی آنکھوں سے اُتار کر انجیل کی روحانیت اور سچائی کو دیکھیں۔ روحانی سچائی کی خاطر اہل یورپ کے مسیحی جان نثاری کرتے ہیں اُن کی خود انکاری اور روحانیت کی تمثیلیں برابر پیش ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً فادر ڈیمین اور مس فلورنس نائٹنگیل مس کلورا بائن وغیرہ کا بیگانہ غریب لوگوں سے سلوک کرنا۔ اور جب تک کہ کچھ کر کے نہ دکھائیں ممبروں پر چڑھ کر روحانیت کے لمبے لمبے درس دینے سے کچھ فائدہ نہیں ؛

سِکھوں میں اختلاف

انگریزی اخبار خالصہ مطبوعہ ۸- مارچ ۱۹۰۹ء کے ایڈیٹوریل نوٹس میں تحریر ہے کہ ایک جگہ ایک بابا جی نے سنگھ سبھا کے برخلاف کارروائی کی کہ دوبارہ کے سکھ جوانوں کو بپتسمہ دیا جن کو کہ سنگھ سبھا بپتسمہ دے چکی تھی۔ اب سکھوں میں ایک ریفارمڈ سکھ مت شروع ہوا ہے جسکو ”تت خالصہ“ کے نام سے پکارتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ انسان کی طبیعت میں تبدیلی ہر وقت پسند ہے۔ ایک بات سے راضی نہیں بلکہ کچھ نہ کچھ نئی بات ہر وقت نکالنا چاہتا ہے۔ اور اِس علم کے زمانے میں روشن ہو کر ہر ایک بُرائی کا سامنا کرنا ضرور پڑتا ہے۔ اِس واسطے اب وقت آگیا ہے کہ پُرانے سکھ مت میں بھی ریفارمیشن ہو۔ ایک اور معاملہ آج کل سکھوں میں درپیش ہے جو یہہ ہے کہ اب تک تو سکھ اور دوسرے ہندو ملے جُلے رہتے تھے اور ہندو لوگ سکھوں کو بھی مثل اپنے ایک ہی جانتے تھے لیکن اب سکھ اِس بات کو ظاہر کرنے لگے ہیں کہ وہ ہندوؤں سے بالکل علیحدہ ہیں اور اُنکا مذہب اُنکے ایکطرح سے برخلاف ہے یا یوں کہو کہ اُنہیں سے ریفارمڈ ہے۔ بشرط فرصت اِسپر ہم کسیوقت

بریت عاصی

جس وقت تمام عالم خیالات پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔اور عمر کی رات شاید آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ میں اپنے دل کے گھر سے نکل پڑا۔اور ایسا بے اختیار تھا کہ نہیں جانتا تھا۔کہ کدھر جاؤنگا۔اور کیا کام ہے۔ اور کب تک واپس آؤنگا۔خیر گھومتا گھومتا ایک خرابات پر جہاں کہ بیخودی اور بیخبری کی ٹٹی بک رہی تھی آنکلا۔ ابھی بیٹھے بھی نہ چکا تھا۔کہ جام طلب کیا۔بھلا اُدھر کیا دیر تھی فوراً جام لبالب کرکے حاضر کیا۔میں نے لیا اور جھٹ پیا۔اور پھر اور پھر اور آرزو دکھلائی آخر کار پیتے پیتے مدہوش ہوگیا۔اور اسی حالت میں وہاں سے چلدیا رستے میں کسی کو گالی کسی کو ٹکہ دیتا مارتا بیخبری اور مدہوشی کی ٹٹی سے مسرور چلا جاتا تھا کہ ایک نیک نام کنسٹبل مل گیا۔اُس نے پوچھا کہ تم اِس وقت جبکہ عمر کی رات آدھی سے شاید زیادہ گذر چکی ہے کہاں جاتے ہو۔میں نے جواب دیا تم کو اس سے کیا غرض ہے۔وہ بولا میں پاسبان ہوں اور میرا فرض ہے کہ ہر رہ گذر کو پوچھوں۔کہ تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے۔کیونکہ اکثر وارداتیں وقوع میں آگئی ہیں اِس لئے ہم کو مجسٹریٹ اور ڈپٹی انسپکٹر کی طرف سے سخت حکم دیا گیا ہے کہ کوئی سپاہی چشم پوشی نہ کرے۔ میری سمجھ میں تو آوارہ گرد ہے۔اور شراب بھی پی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔میں نے کہا کہ یہہ بالکل غلط ہے میں نے کبھی شراب دیکھی بھی نہیں اور نہ میں آوارہ گرد ہی ہوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنسٹبل جس نے اپنے آقا کی خدمت اور رعایا کی خیر خواہی میں نہایت دیانتداری اور سرگرمی سے اس وقت تک تجربہ حاصل کیا تھا اور زمانہ کے سرد و گرم کو آزما چکا تھا ایک نہایت عقلمند اور بڑا ذی شعور اور خدا ترس اور راستباز آدمی تھا ورنہ

نہیں دیکھی ہیں جس نے انقلابیں
بھلا اُس کو کہاں خوفِ خدا ہو۔

مجھ سے پوچھنے لگا۔بھلا پھر کدھر جاتے ہو اور کیا کام ہے۔ میں نے جواب دیا میں نہیں جانتا کہ کیا کام ہے اور کدھر جانکلونگا۔یہہ سُنکر اُسی وقت اُس مرد سپاہی نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑلیا۔اور شریعت کی کوتوالی میں لے چلا۔مجھے یقین ہے کہ اُس نے میری خیر خواہی کی۔ کیونکہ میرے پاس اُس وقت زندگی اور روح کی ایک بھاری رقم موجود تھی۔

ناظرین اپنے دل میں لو یہہ ٹھان ؎
بڑھ کے دنیا سے ہے پیاری جان ؎

اس نے مناسب نہ جانا کہ کہیں راہزنوں اور ٹھگاروں کے ہتھے چڑھ جائے۔اُس نے میرے مال کی حفاظت اور میری خیر خواہی کی۔اپنی نیک نامی سے مطلق غرض نہ تھی کیونکہ وہ آگے ہی نیک نام تھا اتنی دیر میں دو تین آدمی جن کو میں نے زد و کوب کیا تھا اور بحالتِ مدہوشی بُرا بھلا کہا تھا آپہنچے۔اور میرا حال کنسٹبل کو سُنایا۔اور کنسٹبل کے کہنے پر وہ بھی ہمارے ساتھ ہولئے۔اب شریعت کی کوتوالی میں پہنچے۔وہاں تُش لعنت بخش نامی ڈپٹی انسپکٹر نے میرے اظہار اور گواہوں اور کنسٹبل کی شہادتیں قلمبند کرکے میرا چالان انصاف اور راستی کی عدالت میں کردیا۔

چونکہ اب میری شراب اُتر چکی تھی۔اِس لئے میرا دل فکر اور دور اندیشی کی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔سزا ملتی ہے یا رہائی پاتا ہوں۔اور یہہ شعر گاتا ہوا چلا جاتا تھا۔

بر آوے جلد اب اے میرے مالک
تری مرضی ہے جیسی آسماں میں

آخرکار عدالت کے دروازہ پر پہنچ گئے۔اور میں بھی اُسی سپاہی کے سپرد تھا۔عدالت کے مجسٹریٹ کا نام عالم آرا سُننے میں آیا ہے۔میں نے دروازہ میں داخل ہوتے ہی نہایت ادب سے سلام کیا۔مجسٹریٹ نے مسلِ مقدمہ کو سُن سُناکر (بلکہ مجھے یقین کہ وہ پہلے ہی سے اِس مقدمہ سے واقف تھا) مجھے کہا۔ کہ ابھی تم کو حکم سُنایا جاتا ہے۔اتنے میں ایک سواری کی دھوم مچی وہ نجات بخش نامی پلیڈر تھے۔اُن کے آنے سے پیشتر مجسٹریٹ نے ایک کُرسی اپنے دہنے رکھوادی تھی۔

تو بیٹھا قادرِ مطلق کے دہنے جب کہ ہے عیسیٰ
ترا کونین میں ثانی دہمتا ہو نہیں سکتا

وہ آئے اور بیٹھ گئے۔اور مجسٹریٹ سے گفتگو شروع کردی۔اُن کی گفتگو مجھے اجنبی زبان معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اثنائے گفتگو کی حرکات و سکنات اور پلیڈر صاحب کی کشادہ پیشانی دیکھکر میں گمان کرتا تھا۔کہ شاید میری سفارش کریں۔اتنے میں ایک اور سواری کی آمد ہوئی۔وہ ضمیر آرا نامی وہاں کے رئیس تھے۔وہ تیری کُرسی پر پاس ہی بیٹھ گئے۔

اب مجسٹریٹ صاحب میری طرف مخاطب ہوکر یہہ کہنے لگے۔کہ تم تمام عمر قید ہونا یا اپنی زندگی جرمانہ دینا پسند کرتے ہو۔میں نے کہا خداوند میں نے ایسا کون سا جرم کیا ہے جو آپ اتنی سخت سزا دیتے ہیں۔ وہ بولے کیا مٹی کمہار کے آگے بول سکتی ہے۔اور تو میرے حضور ایسا نہیں کہ جیسا کمہار کے آگے مٹی۔اور تو نہیں جانتا کہ آدمی صرف ایک جرم کے بدلے جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔یہہ سُنکر میں نہایت حیران اور ششدر رہ گیا۔ بلکہ یہاں تک آبدیدہ ہوا۔کہ میری چیخیں بھی نکلنی شروع ہوگئیں۔پلیڈر صاحب نجات بخش نہایت مہربان اور رحیم بلکہ اسم بامسمّیٰ تھے۔اُن کو میرے رونے اور

گریہ وزاری کو دیکھکر رحم آگیا۔ مجسٹریٹ سے کہا۔ اچھا اِس کا تاوان میں بھر دیتا ہوں۔ آپ اس کو رہا کر دیجئے۔

فضل ہمراز ہی ترا دایم
عدل بھی ہمخیال ہی تیرا
ہی یہہ رحمت بھی تیرا ہی اک وصف
اور عدالت مآل ہی تیرا

مجسٹریٹ نے جواب دیا۔ اگر یہہ پھر ایسا کریگا۔ تو کون ضامن ہی۔ اُس وقت باشارۂ پلیڈر صاحب وہ بزرگوار رئیس جو پاس ہی بیٹھے تھے جھٹ بول اُٹھے۔ چونکہ میں اسی شہر میں رہتا ہوں۔ میں اسکی نگرانی کرونگا۔

کون تجھ سے بھی بڑھ کے محسن ہی
جبکہ تو عاصیوں کا ضامن ہی

یہہ باتیں سُنکر مجسٹریٹ نے مجھے رہا کر دیا۔ میں یہہ حال دیکھکر نہایت متعجب ہوا کہ آیا یہہ کیا معاملہ ہی۔ لیکن پیچھے بخوبی معلوم ہوگیا کہ یہہ پلیڈر صاحب جناب مجسٹریٹ صاحب کے (جو آسمانی باپ ہی۔ اور آسمان اور زمین کا خالق اور مالک ہی) حقیقی اور پیارے اور اکلوتے فرزند ہیں۔ جو کہ بے عیب برہ کی صورت میں جہان کا گناہ اُٹھائے جاتے ہیں۔

زمیں چوکی ترے پاؤں کی یارب
ترا تخت بریں ہی آسماں میں
تری رحمت نہیں مخفی جہاں پر
ترا احساں نہیں آتا بیاں میں

اور رئیس صاحب بھی اِن دونوں سے نہایت یگانہ رشتہ رکھتے ہیں۔ جو کہ ہر ایک دلہن کو دلہا کے استقبال کے لئے آراستہ کرتے رہتے ہیں۔

بادِ نوبہار آرہی ہی دیکھو کیسی شان سے
بادشاہِ ہر دو عالم کی سواری اندنوں

مشعلیں لو ہاتھ میں اور نکلو استقبال کو
خوابِ غفلت سے اُٹھو تم ای کنواریاں اندنوں

بلکہ یہہ ایسی عدالت ہی کہ یہاں یہہ تینوں اقنوم برابر برابر با اختیار ہیں۔ اور ایسی یگانگت اور خاص تعلق رکھتے ہیں۔ کہ ہم ان کو صرف واحد مجسٹریٹ کہہ سکتے ہیں۔ اور جو مجرم اِن تینوں کی موجودگی میں بری نہیں ہوتا۔ وہ ہرگز بری نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کو تمام عمر قید ہونا یا زندگی جرمانہ دینا پڑتا ہی۔ اور یہہ عدالت آج اور کل اور ابد تک یکساں اور قایم رہیگی۔

شاد دانائی سے برتر اور حق
وحدت و تثلیث کا یہہ راز ہی

اب میں رہائی پاکر اپنے گھر کی طرف چلا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرے دل کا گھر جو پہلے نہایت آلودہ تھا۔ اب ایک جلالی اور نورانی مکان ہی۔ بلکہ ایک عالیشان محل کا نمونہ دکھائی دیتا ہی۔ میں خدا کا شکر بجالایا۔ معلوم ہوا کہ یہہ اُس رئیس صاحب کی نوازش ہی۔ کیونکہ اُنہوں نے میرے پہنچنے سے پہلے میرے مکان کو دیکھا۔ اور ناپسند کیا۔ اِس لئے مرمت اور سفیدی کرادی۔ تاکہ میں پھر آلودہ نہ ہو سکوں۔

رفاقت روح کی اور باپ کا پیار
بھی۔ اور فضلِ یسوع ہم پیدا ہو

پس خداوند خدا ہر ایک مجرم پر ایسا ہی فضل کرے۔ اور واحد خدا یعنے باپ بیٹے اور روح القدس کی عدالت سے بری کیا جاوے۔ آمین۔

جزاک اللہ مجھے عیسیٰ کے در پر
جو لایا۔ میں ہوں اُسکا دل سے شاکر

اور نیز میں اپنے نجات دہندہ اور پیارے خداوند یسوع مسیح کی تعریف میں یہہ غزل گاتا ہوا خوش اور شاد ہو لیا۔

غزل

دل نشیں بس جمال ہی تیرا
میرا ہمدم خیال ہی تیرا
حسن محوِ جمال ہی تیرا
مبتلائے کمال ہی تیرا
تیرے در پر کھڑی رہے عظمت
خوشہ چیں اک جلال ہی تیرا
علم و حکمت ہیں تیرے ابجد خواں
اور طالب کمال ہی تیرا
اور سب کا مثال تو ہی ہی
پر بشر اک مثال ہی تیرا
محوِ خوبی ہی حُسن پر تیرے
اور شیدا اجمال ہی تیرا
حکم بھی تیرے در کا بندہ ہی
اور درباں مآل ہی تیرا
ہی صداقت تری سدا ہمراز
اور حق ہمخیال ہی تیرا
ناتوانی اسیر ہی تیری
اور قیدی زوال ہی تیرا
فضل ہمراز ہی ترا دایم
عدل بھی ہمخیال ہی تیرا
ہی یہہ رحمت بھی تیرا ہی اک وصف
اور عدالت مآل ہی تیرا
ہجر کو تیرے موت کہتے ہیں
زندگی بس وصال ہی تیرا
وصفِ عیسیٰ ہی عقل سے برتر۔ شاد ناقص خیال ہی تیرا

راقم
دینا ناتھ شاد۔ از لودیانہ

بنگال میں مذہبی میلان

میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی شخص یہہ خیال نہ کریگا کہ میں مذہبی اصلاحوں کی جو راجہ رام موہن رائے کے زمانہ سے بنگال میں ہوتی چلی آئی ہیں کسی طور پر تحقیر کرتا ہوں۔ باوجود ان اصلاحوں کے کھوکھلے ہونے کے یہہ آنے والے زمانہ میں ہمارے ہموطنوں کے لئے مذہبی عقیدہ کے تراش خراش میں بہت ہی کارآمد ہیں بنگال میں مذہبی اصلاح کے سمجھنے میں بنگال کی پولیٹیکل تواریخ کے ساتھ ایک امر کو ہم زیر نظر رکھیں۔ بنگال میں انگریزی قوم کو ہم بنگالیوں نے اپنا دشمن کبھی تصور نہیں کیا۔ بنگال کے بڑے بڑے ہندو راجاؤں۔ بینکروں اور سوداگروں نے انگریزوں سے اُس ظلم و تعدی کی نسبت جو نواب سراج الدولہ کے عہد میں ہوتا تھا باہم اس امر کا مشورہ کیا کہ ہم کیونکر اس ظلم سے رہائی پاویں۔ بنگالی قوم صلح کے پیار کرنے والی قوم تھی اُنہوں نے تجارت کی مہذبانہ تاثیر کی بہت قدر کی۔ اور اُن کی انٹرسٹ انگریزوں کے ساتھ ایک ہی قسم کی تھی۔ بنگال کے شریف خاندان سراج الدولہ کے ظلم سے بہت تنگ تھے۔ اور اُنہوں نے انگریزوں کو ظالم کے ہاتھ سے رہائی دینے کے لئے بُلایا۔ اور انگریزوں نے شریف بنگالیوں سوداگروں و صرافوں کی امداد سے عنقریب بغیر خون بہانے کے فتح پائی اور جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ بنگال ان کے زیر حکومت ہو گیا۔ انگریزوں کے طور و طریقہ و رسومات و لٹریچر و علوم و مذہب کو بنگالیوں نے مخالفانہ طور پر نہیں بلکہ دوستانہ روح سے پڑھنا شروع کیا۔ اور اُس زمانہ سے جو کچھ کہ بنگال میں مذہبی اصلاح ہوتی آئی ہے اُس میں مسیحی آئیڈل ہمیشہ اُن کے سامنے رہا ہے راجہ رام موہن کا طریقہ مذہبی صرف نام کے لئے ہندو طریقہ تھا۔ پر اُن کا آئیڈل مسیحی تھا۔ اُسی اصول پر کیشب چندر سین۔ بنکم چندر چترجی۔ اور سوامی وویکانند کا ہے۔ دلی طور پر یہہ مسیحی مذہب کے ساتھ پوری ہمدردی رکھتے ہیں پر وہ اِس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ مسیحی مذہب کو ہندو مذہب سے نکالکر دکھائیں اِس میں شک نہیں کہ قومی رفتار واقعات نے جو پچھلے برسوں سے ہندوستان میں ہو رہی ہے۔ مذہبی اصلاح کنندوں کے دلوں میں حب الوطنی کے خیالات و مخالفانہ تحریک۔ انگریزوں کے خلاف پیدا کر دی ہے۔ مگر تعلیم یافتہ بنگالیوں کی یہہ بغاوت محض بیرونی چھلکا ہے پر اُن کے دل انگریزی آئیڈل سے پوری ہمدردی رکھتے ہیں۔ عام اسباب بنگال میں ساری مذہبی تحریکوں میں۔ مسیحی مذہب کا بیرونی و اندرونی طور پر دیگر مذاہب کے مقابلہ میں سب سے اچھا طریق تسلیم کرنا مسیحیوں کے لئے سب سے بڑی اُمید کا سبب ہے۔ راجہ رام موہن رائے نے ناحق اِس امر کی کوشش کی کہ وید سے ساری مسیحی تعلیمات کو نکالیں۔ و بابو بنکم چندر چترجی نے ابن آدم کے خط و خال کو اپنے اصلاح کردہ کرشن میں تلاش کرنے کی بے سود فکر کی۔ سوامی وویکانند اور بنگالی تھیاسوفٹ ناحق اِس فکر میں ہیں کہ مسیحیت کو مسیحیت سے نکال پھینکیں۔ اور وید اور دیگر ہندو مذہب کی کتابوں سے رہنما کئے جانے کا اقرار کریں۔ حال میں سوامی وویکانند بنگال میں بڑے مُصلح ہیں۔ میں نے انکا اور انکے پیروؤں کا قحط کے متعلق کام کرنیکے طریقوں کا بہت کچھ ملاحظہ کیا۔ اور اُنہوں نے اپنے طریقوں میں بہت کچھ مسیحیوں کے کام کرنیکے طریقوں کی تقلید کی ہے اور اُنہوں نے قحط کے ایام میں بہت اچھا کام کیا۔ اور وہ اُسوقت سے ایک یتیم خانہ قایم کرنیکی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اُنکا یہہ ارادہ ہے کہ ہندو اور محمدی لڑکوں میں کچھ تفاوت نکرینگے۔ ساتھ ہی اُس کے ایک ہندو نیسری کلا[illegible] قایم کریں اور اس میں یتیم لڑکیاں داخل کریں۔ لیکن اِس امر کی نسبت اُن کی اُمید محض اِس بات پر ہے کہ چند مسیحی لیڈیوں کو ہندو بناکر یتیم خانہ کو اُن کے ہاتھ میں سونپ دیں۔ میں بذات خود رام کرشن پرم ہنس کی عزت کرتا ہوں جن کے شاگرد رشید وویکانند صاحب ہیں۔ اور وویکانند صاحب کے ایک ہمخدمت میرے بڑے دوست ہیں۔ لیکن میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے وویکانند صاحب کی مشن کی نسبت یہہ ظاہر کرنا پڑا کہ وہ محض خالی برتن کی مانند ہے یا کھوکلی ہے۔ ہندو مذہب کی اصلاحی دوڑ میں وویکانند اور شیشر کمار گھوس صاحب زمانہ حال میں دوڑ رہے ہیں۔ ظاہری و باطنی اطاعت جو مسیحی مذہب کی نسبت کی گئی ہے وہ شیشر کمار بابو کی اس کوشش و ارادہ میں جو ندیا کے نبی کے مشہور کرنے میں ظاہر ہوئی ہے وہ خصوصاً نوٹس کرنے کے لایق ہے شیشر کمار بابو صاحب فرماتے ہیں کہ وہ کسی مسیحی کو گورنگا کے مذہب میں داخل کرنا نہیں چاہتے۔ مگر وہ گورنگا کی اخلاقی تعلیم و چال و چلن کو محض ہندوؤں کی کھوئی ہوئی طاقت کے پھر بحال کرنے میں قایم کرنا چاہتے ہیں گورنگا گذشتہ چار سو برس کی تواریخ یعنے اُس کی ابتدائی زمانہ سے بہت ہمت بندھانے والی معلوم نہیں ہوتی اس میں شک نہیں کہ گورنگا کا چال و چلن اچھا تھا۔ اُن کا طریق مذہب مسیحی مذہب سے اس قدر ملتا جُلتا ہوا ہے کہ لوگوں نے اس ندیا کے نبی کو کسی وقت میں انگریز مسیحی کے بھیس میں تصور کیا۔ اگر اُن کا مذہب خدا کی طرف سے ہوتا تو ان چند صدیوں میں کچھ نہ کچھ اخلاقی زندگی ظاہر کرتا۔ لیکن یہہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کیونکر گورنگا مذہب کے لوگ بدچلنیوں میں غرق

ہو کر خراب ہو گئے۔ چار سو برس کے بعد گورنگ مذہب میں پھر اخلاقی جان ڈالن گویا ایسا ہو گا کہ ایک نئے مذہب کی بنیاد ایک نئے رہنما کے ذریعہ سے قایم کی جائے اگر حضرت گورنگا ایک قایم رہنے والی روحانی سلطنت قایم کرنے میں ناکامیاب رہے تو ممکن ہے کہ کرشنو بابو بھی ناکامیاب رہیں۔ گورنگا مذہب کی کمزوری اِس امر میں ہے جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر بھی کیا کہ اُس کا تعلق کرشن و رادھا کی مائی تھیالوجی یا (فرضی قصوں) کے ساتھ ہے۔ اس کا یعنے گورنگا کا کرشن و رادھا کی طرف بطور ہادی کے دیکھنا۔ اپنے شاگردوں پر اپنی عمدہ زندگی کی تاثیر کو برباد کر دینا ہوا۔ ایک دیندار وشینو ہندو کے رسالہ میں تھوڑا عرصہ گذرا کہ یسوع مسیح اور گورنگا کی نسبت یہہ بیان مندرج تھا کہ یہہ دونوں خدا کے پورے اوتار تھے (جیسا کہ بنگال میں پورن اوتار کہتے ہیں) اور رام و کرشن جن کی چال و چلن میں کسی قدر نقص تھا۔ ادھورے اوتار کہلاتے ہیں (جن کو کھنڈ اوتار کہتے ہیں) ہم گورنگا کی نسبت بُرا خیال رکھنے کا کوئی سبب نہیں رکھتے۔ لیکن گورنگ مذہب کی کل تواریخ صاف اِس امر کو ثابت کرتی ہے کہ خدا کی یہہ مرضی نہیں ہے کہ وہ ہمارے ملک کا مذہب ہو۔ مسیحی مذہب کی عملی کامیابی کیا باعتبار خاصیت و کیا باعتبار شمار۔ پچھلے دو ہزار برس سے اُس کے حق میں صریح دلیل اِس امر کی ہے کہ وہ مذہب خدا کی طرف سے ہے۔ اِس امر کی کوشش کرنا کہ کسی شخص کو مسیح کی جگہہ میں قایم کرنا جو قریب قریب مسیح جیسا نیک و پاک ہو اور مسیحی مذہب کی کتاب مقدس کی جگہہ میں کسی اور کتاب کو قایم کرنا جو قریب قریب ویسی ہی خالص و پاک ہو تو ایسی کوشش کہ مسیحی مذہب کی تقلید کرنا۔ اور اُس تقلید کا نام ہندو رکھنا ضرور کچھ عرصہ بعد مسیحی مذہب اور مسیح کی تائید میں ہو گا۔ اور اِس حالت میں ہم مسیحی اپنے ہموطنوں کی کوشش کو بنگال میں جو حب الوطنی کے طور پر کی جاتی ہے تاکہ مسیحی مذہب کو ہندو مذہب میں سے نکالیں بڑی امید اور انٹرسیٹ (Interest) کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ بنگال میں اس تحریک نے ہمارے ایک وایسرائے نارتھ بروک صاحب کی توجہ کو اپنی طرف پھیرا۔ اور جنہوں نے اپنی رائے اِس امر کی نسبت یوں ظاہر کی کہ ہندوستان ضرور ہے کہ بحیثیت قوم مسیح کی جانب حرکت کرے گو اُن کا مسیح کے پاس آنا مشنری کام کا نتیجہ نہیں (راقم اس فقرہ سے پورا اتفاق نہیں کرتا) بلکہ تعلیم کا طبعی نتیجہ ہو گا جو ہندوستان کے درمیان ہر شخص کے رگ و ریشہ میں سرایت کر رہی ہے۔ بشپ کاٹن کی یہہ دعا کہ اِس ملک کے لوگ مسیح کو پہچانیں اور اُسے پاویں۔ گو آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر بنگال میں اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ ہندوستان کے لوگ ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ مسیح کو اپنا آئیڈیل قبول نہ کریں اور اُس کے نشان کی طرف بڑھتے نہ جاویں اگر اُن کو اپنی قومی نجات حاصل کرنا ہے ؛

راقم

غلام مسیح۔ از مین پوری

خدا۔ دُنیا۔ اِنسان

الفاظ مذکورہ کی ترتیب سے یہہ بات بخوبی ظاہر و اظہر ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان دنیا بطور حدِ فاصل کے واقع ہے۔ جس نے خدا سے انسان چھپا رکھا ہے اور انسان سے خدا کو غایب کر چھوڑا ہے۔ یہہ حدِ فاصل انسان کے لئے موت کا سایہ اور خدا کے لئے اگر خدا کو انسان سے کچھ تعلق ہو باعثِ جُدائی ہے ؛

پر اگر کسی صورت سے یہہ موٹا ابرِ سیاہ صورت بھیانک شکل بیچ سے اُٹھ جائے تو شاید انسان کی فلاح کی صورت بن جاوے ورنہ موجودہ ترتیب یہہ بات بخوبی ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا اور دنیا کا اثر انسان کو انسانیت سے کھو دیگا بھسم کر دیگا معدوم کر ڈالیگا۔ اِس لئے کہ انسان اپنی قدرت اور حکمت سے اِس آہنی دیوار کو ہٹا نہیں سکتا اور نہ اُس کے اثرِ زہر سے اپنے کو بچا سکتا اور نہ قربِ خدا حاصل کر سکتا ہے تاوقتیکہ حدِ فاصل یا باعثِ جُدائی کسی قادر کی قدرت سے دور نہ کی جاوے۔ اے ناظرین تیرے نزدیک کونسی حکمت ہے کہ جس سے انسان اور خدا کا میل ہو۔ اور دنیا مزاحمت نہ کرے۔ اور قانونِ قدرت یا قانونِ دنیا مخالف نہ ہو؟

پیارے ناظرین۔ شاید آپ خیال کرینگے کہ انسان کی ایسی ردی حالت نہیں ہوگی جیسی ہم بیان کرتے ہیں بلکہ اِس سے بہتر حالت ضرور ہوگی۔

پر ہم انسان کی اور حالت کے منکر نہیں ہوتے ہیں۔ فی الحال ہم اِس بات کے ضرور قایل ہیں۔ کہ انسان کی اور حالتوں میں سے ایک حالت ایسی ضرور ہے جس پر تمام دنیا کی دینی کتابیں گواہ ہیں کہ انسان اپنے خالق و مالک سے جُدا اور اُس کی حضوری سے دور اور اُس کے جلال سے محروم ہوا اور اُس کی بیدینی اور بدکاری کے قصوں سے کوئی کتاب ہی بری ہوگی پر جہاں تک ہم نے دیکھا۔ وید۔ قرآن۔ گرنتھ۔ اور بائبل اِس بات پر بخوبی گواہی دیتی ہیں کہ انسان خدا سے جُدا اور اُس کے جلال سے محروم ہو گیا۔ اور ہر ایک کتاب قانون کی زنجیریں اور اطاعت کی بیڑیاں لئے بیٹھی ہے تاکہ انسان کو باندھکر دنیا کے اثر سے بچاوے۔ پر سوائے بائبل کے اور

کسی کتاب نے انسان کا پتہ آج تک نہیں پایا- اگرچہ انسان کے کھو جانے پر سب گواہ ہیں- پس اے ناظرین کون سی دلیل سے آپ انسان کو اچھی حالت میں دیکھ رہے ہیں؟ پر ہمارے نزدیک انسان نہ تو دنیا میں- اور نہ دنیا کے اُوپر- بلکہ دنیا کے نیچے گناہ کی تاریک غاروں میں چھپا ہوا ہے- اور وہ دنیا میں سے خدا کو دیکھنے کی کوشش میں ہے- اور وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے- گناہ کی تدبیروں سے گناہ سے خلاصی ڈھونڈ رہا ہے- اور چاہتا ہے کہ جب تک میں اپنی تدابیر سے پاک و صاف نہ ہو جاؤں اِس غار سے باہر قدم نہ رکھوں- لیکن ہزارہا سال اسی کوشش اور محنت میں صرف ہو چکے پر آج تک اس کی نئی کوشش معلوم ہوتی- اور چھٹکارا نہیں ملا اور نہ چھٹکارے کی امید ہو سکتی ہے کیونکہ اُس کے سر پر دنیا کے بد اثر کا گہرا سایہ تاریک صورت کا چھایا ہوا ہے جس میں سے الٰہی روشنی کی انسان کو امید مطلق نہیں ہو سکتی- اگرچہ انسان اب تک امید میں بیٹھا ہے اور یہہ بیان اجمالاً کُل انسان کا ہے-

خدا- دنیا- انسان- خاصکر یہہ شکل ان لوگوں سے نسبت رکھتی ہے- جنہوں نے دین کے ساتھ دنیا سے بھی ہاتھ دھوئے ہیں- جن کو دنیا میں غریب و غربا کے نام سے پکارتے ہیں اِس فریق کے شریک دنیا میں بہت لوگ ہیں- ان لوگوں کو ہر ملک کے شرفا نے ایسے ایسے نام دیکر ان کو اپنے سے علیحدہ کیا ہے- جس سے اِس فریق کی پست حالی اور تباہ حالی بخوبی روشن ہوتی ہے اور یہہ لوگ شرفا اور اہلِ دول کی نظروں سے ایسے گرائے گئے ہیں کہ اُن کی ابتدا کا آدم بھی علیحدہ مقرر کیا جا چکا ہے اور ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کو شودر اور نیچ ناموں سے عموماً لوگ یاد کرتے ہیں- دنیا کے ظالموں اور بیرحموں نے اُن کو یہاں تک پیسا کہ اب وہ ترقی کے معنوں سے بیخبر ہو گئے اُن کے لئے دنیا نے ایسے کام مقرر کئے- جن کو دنیا خود حقارت کی نگاہ سے دیکھتی رہی- ان کے مذہب کے معنے دنیا نے یہہ مقرر کئے کہ وہ ابتدا سے انتہا تک دنیا کی خدمت کریں- ان کو ہمارے ملک میں چوہڑے یا مہتر اور چمار کہتے ہیں- یا وہ تمام لوگ جو لفظ شودر میں داخل کئے گئے- پس یہہ وہ لوگ ہیں اور اُن کے ساتھ وہ بھی جو دنیا اور دین کو ہاتھ سے دیکر دنیا کی خدمت مجبوراً کرنے لگ گئے جن کی حالت کی تصویر- خدا دنیا- انسان اِن تین لفظوں میں کھچی ہوئی ہے- جو دنیا کی خوبی سے محروم ہو کر اور جو خدا کو بھولکر دنیا کو اور اُس کی اطاعت کو اپنا مذہب بنا بیٹھے- اور پھر بھی وہ کسی طرح سے دنیا کے شرفا میں گنے جانے کے قابل نہ گردانے گئے- اور نہ اُن کو یہہ امید باقی رہی کہ دنیا کی خدمت کر کے کسی وقت دنیا میں شرافتِ دنیوی کو پائیں گے- پس یہہ لوگ وہ ہیں جو اگرچہ دنیا میں بستے ہیں- پر وہ دنیا سے کھوئے گئے اور دنیا اُن سے کھوئی گئی- وہ دنیا میں نہیں بستے-

پیارے ناظرین- کبھی آپ نے ایسے لوگوں کی گنتی کی- کہ یورپ میں کس قدر ہیں- اور امریکہ میں کس قدر- اور افریقہ میں کتنے- اور ایشیا والوں کا شمار کیا؟ اگر آپ کو یاد نہ ہو تو ہم یاد دلاتے ہیں- کہ ایسے لوگ بنی آدم کی کل آبادی کا تیسرا حصہ ہے- پس یہہ وہ لوگ ہیں جن کو کلام میں کھوئے ہوئے کہا گیا ہے- پس اے ناظر کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہہ لوگ کیونکر بچیں گے؟

تمام چھتری جنگ میں مصروف ہیں- تمام برہمنوں کا اُن کو وید سُنانا دھرم نہیں- تمام ویش تجارت میں غرق ہیں- تمام محمدیوں کو ایسے لوگوں کے قتل کرنے کی فکر ہے- اور تمام اہلِ شرافت کو اُن سے دلی نفرت ہے- تمام دنیا دار اُن کو ایسی حالت میں رکھنا چاہتے ہیں- اور تمام دنیا اُن کو سر اُٹھانے نہیں دیتی کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ جس روز یہہ فریق اپنی پست حالی سے بلندی کی طرف اُٹھا اُسی روز- سید- برہمن- چھتری- ویش وغیرہ کے تمغوں کی آب کھو دیگا- پس دنیا کا اثر اُن کے لئے باعثِ ہلاکت- اور اُن کی ترقی دنیا کے لئے باعثِ بربادی- پس دنیا میں کون ہے جو ایسے لوگوں کی فکر کرے- بلکہ دنیا کا اُن کی طرف بے فکر رہنا دنیا کے لئے بہتر ہے- پس کیا وہ بچ سکتے ہیں- یا نہیں؟ اگر بچ سکتے ہیں تو کیونکر؟

اِس کے علاوہ دنیا اُن کو اپنی ذات سے اُن کی عاقبت کی بہتری کے لئے کچھ نہیں دے سکتی- اور وہ لوگ خود اپنے عمل سے کچھ نہیں کر سکتے- کیونکہ اُن کے عمل کے اصول دنیا کی اطاعت میں- اور جبکہ جس کے عمل کے اصول پر عمل کر کے وہ لوگ دنیا میں شرافت کو نہ پہنچے- تو جس کے عمل کا اصول اُن کے خواب و خیال میں نہیں- عمل کر کے کس مراد کو پہنچ سکتے ہیں؟ پس خدا اُن کی نظروں سے غایب- اور دنیا اور دنیا کا اثر اُن کے اُوپر- پھر وہ کیسے دنیا میں سے اپنی کوشش سے خدا کو پا سکتے ہیں- حالانکہ دنیا تک اُن کی رسائی نہیں-

کیا کسی دیانندی کو طاقت ہے کہ ایسے لوگوں کو برہمن بنا دیوے- یا کیا کسی محمدی کو قدرت ہے کہ ایسے لوگوں کو سید بنا دیوے؟ اگر نہ دیانندی اُن میں سے کسی کو برہمن بنا سکتا اور نہ کوئی محمدی ایسے لوگوں میں سے کسی کو سید بنا سکتا- تو ناظر اور کیا صورت اُن کے بچاؤ کی ہو سکتی ہے- ہندو اور محمدی ہی ہمارے ملک میں مہذب اقوام مانی گئی ہیں- اگر یہہ کچھ نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں تو پھر اُن کے بچنے کی امید باقی نہ رہی؟

الراقم- غلام مسیح- از انبالہ

امریکہ میں ویدک مشن

آریہ پتر کا مطبوعہ ۸۔ مارچ ۱۸۹۹ء میں ہمارے مضمون نورافشاں مطبوعہ ۲۴۔ فروری کے خلاف ایک ریمارک جس میں راقم اس طرح تحریر فرماتے ہیں ہماری نظر سے گذرا۔ کہ یورپ اور امریکہ کی شائستگی کا باعث مسیحیت نہیں بلکہ اُن کے بعض احکامات کے خلاف عمل کرنے سے اُس کی ترقی ہوئی ہے۔ اور بعض پردیسیوں کی شائستگی کے پیشرووں کو تکلیف پہنچانا ایک اور بھی دلیل ہے کہ مسیحیت اُس کے پیدا کرنے والی نہیں بلکہ وہاں کے لوگوں کی صداقت پسند اور تجسس کرنے والی طبیعت۔ ایسے لوگوں میں ویدک دھرم کی اشاعت نہایت آسان ہوگی۔ جو مجلس سوسائٹی میں آدمی کی ذاتی لیاقت کو دیکھکر قبول کرتے ہیں عورت کی پاکدامنی اور مرد کی نیک چلنی کی قدر کرتے ہیں۔ جوانی میں شادی کرنے کے قانون مقرر کرتے ہیں اور یہہ بھی جانتے ہیں کہ طرفین کی طبیعت کے خلاف شادی کرنا آیندہ زندگی میں تلخ نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اور جو تثلیث کے منکر ہیں اور خدا کی وحدانیت کے اعلیٰ خیال کی جستجو میں نہیں۔ چونکہ یہہ شائستہ لوگ صداقت پسند نہیں۔ ہمارا مشن ضرور ہی کامیاب ہوگا۔ مگر یہہ ایک طرح نقصان دہ ہوگا۔ کیونکہ اس یورپ کی فیاضی جس پر پادریوں اور ہزارہا دیسی عیسائیوں کی معاش کا مدار ہے مسدود ہو جاویگی۔

جواب

(۱) ہم پوچھتے ہیں وہ کونسی بائبل کے احکامات ہیں جن کے خلاف عمل کرنے سے یہہ شائستگی حاصل ہوئی۔ پھر اگر مسیحیت اُس کے پیدا کرنے والی نہیں تو اور کونسی چیز ہے؟ اگر بقول آریہ پتر کا اُس ملک کے لوگوں کی صداقت پسند اور تجسس کرنے والی طبیعت ہے تو یہہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کس چیز نے اُن لوگوں میں ایسی طبیعت کو پیدا کر دیا۔ جب تک مسیحیت یورپ میں نہیں پہنچی تھی۔ اُس وقت تک ایسی طبیعت کا انکشاف کیوں نہ ہوگیا؟ جہاں مسیحیت اب تک نہیں گئی مثلاً کابل وغیرہ اگرچہ وہاں کے لوگ بھی سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے لوگوں سے بڑھکر اُن کے قوا تندرست اور اُن کے مادے بھی قوی ہیں۔ اُن میں خود بخود یہہ طبیعت کیوں نہیں پیدا ہوگئی۔ جاپان اور ہندوستان وغیرہ میں جب تک مسیحیت نہیں آئی کیسی تاریکی چھائی ہوئی تھی بہرحال یہہ ماننا پڑیگا کہ جہاں مسیحیت جاتی ہے تعلیم اور شائستگی اُس کے ہمرکاب ہوتی ہیں۔ کیونکہ اگر یہہ بات درست نہ ہو تو بعض مردم خور جزایر میں جو مشنری جاتے ہیں۔ اُن کو کس طرح شائستہ بنا سکیں؟

(۲) اگر کسی پریسٹ نے کسی شائستگی کے پیشرو کو تکلیف پہنچائی تو اُس نے بائبل کے خلاف کیا۔ ورنہ اگر انصاف سے دیکھا جاوے تو مشنری صاحبان نے تہذیب اور اخلاق کے سکھلانے اور ترقی دینے میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ کیونکہ یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے کالج۔ مثلاً آکسفورڈ۔ کیمبرج امریکہ میں۔ ییل ہاروَرد برنسٹن وغیرہ کی بنیاد مشنری صاحبان سے ہی ڈالی گئی اور اُن کالجوں سے جسقدر تہذیب اور اخلاق میں ترقی ہوئی وہ سب پر روشن ہے۔ ہم آج دکین فور صاحب کی تحریر میں سے مشنریوں کی خدمات کی نسبت تھوڑا سا اقتباس ناظرین کے غور کے واسطے درج کرتے ہیں۔ مشنریوں نے سائنس کی ترقی میں بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں۔ اُن کی خدمات اندازکرۂ بھی ہیں نہ جیسا کہ صرف مذہبی معلم کرتے ہیں بلکہ جیسا کہ صاف ترین خیالات کے اعتقاد رکھنے والے کرتے ہیں وہ مکروہ دستورات کے مٹانے والے بنی آدم کی حالت کے سدھارنے والے ہیں۔ وہ نامعلوم ممالک کے دریافت کرنے والے۔ قدرتی عجائبات کے بیان کرنے والے۔ قومی دستورات کے مورخ ہیں۔ اُنہوں نے معلوم شدہ زبانوں کی صرف و نحو بنائی ہیں۔ وہ ان نسلوں کے بیان کرنے والے ہیں جن کے پاس کوئی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ وہ قیمتی ادویات کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ قدیم لٹریچر کے مترجم ہیں۔ کامل۔ ریٹر ایک بڑا مصنف کہتا ہے کہ وہ مشنریوں کے مہیا کردہ سامان کے بغیر اپنی کتاب نہیں لکھ سکتا۔ کیا یہہ امر وقعت نہیں رکھتا کہ کس نے انسانی تاریخ کا سائنس پیدا کیا۔ کس نے سنٹرل افریقہ میں جھیلوں کے عظیم سلسلے کو دریافت کیا۔ کون امریکہ اور ایشیا کے دریافت کرنے والے ہیں۔ ان سوالات کا یہی جواب ہے کہ مشنری صاحبان اگر امریکہ کے لوگوں کا عورت کی پاکدامنی اور مرد کی نیک چلنی کی قدر کرنا۔ جوان عمر میں شادی کیلیے قانون مقرر کرنا اور تثلیث کو نہ ماننا۔ برن آکشرم برہمچاریہ کے اصولوں کو جلد قبول کرنیکی دلیل متصور ہوتی ہے تو ہمکو اندیشہ ہے کہ شاید معاملہ دگرگوں پلٹا کھائے جب اُنکو یہہ بات معلوم ہوگئی کہ جو لوگ ویدک مشن کو ہندوستان سے بھیجنے والے ہیں اُنکے ان ویدک دھرم کا عمل یقینی ہی ہے۔ اُنکی ۷، یا ۸ برس کی عمر میں شادی ہوتی ہے جس عمر میں فریقین میں سے کسی کو اسکی پسندگی کی تمیز نہیں۔ اور علاوہ اس رسم کے ہم پر نیوگ کا اتباع جسکا نام سنتے ہی تہذیب اور اخلاق ہر دو کوس بھر بھاگ جاتے ہیں۔ لازم ہوگا

کہ بجائے تثلیث کی تعلیم کے جو سرف بعید العقل ہے نہ کہ خلاف عقل عقیدہ ہیولےٰ ماننے کے مادہ کی ازلیت عناصر کی پرستش تناسخ کے لچر مسئلہ کو ماننا پڑیگا تو اسی صورت میں شاید امریکہ والونکو ان پرچار کونکو خیرباد کہنا پڑے۔

(۴) باقی رہا امریکہ سے روپیہ کا بند ہونا جس پر مشنری صاحبان و دیگر دیسی کارکناں کی گذران ہے۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ اس امر کی نسبت ناحق مشنریونکو متہم کیا جاتا ہے کیا مزدوری مزدور کا حق نہیں جس بات کو ہمارے آریہ مہربان خود کرتے ہیں اُس کی نسبت مشنریوں پر عیب لگاتے ہیں جو ۱۴۔ جنوری کے آریا پترکا میں امریکہ کو ویدک مشن بھیجنے کی نسبت مضمون تھا کیا اسمیں پرتندی سبھا سے درخواست نہ تھی کہ یہ سبھا... ۷۵۰ یا اسکے قریب روپیہ کا انتظام اس فارن مشن کے لئے کرے۔

ہرچہ برخود نہ پسندی بردیگراں ہم مپسند

راقم

یکے از ناظرین

"واحدانیت میں تثلیث"

(۱) انسان کی عقل جو محدود ہے۔ بیحد شے کو نہیں سمجھ سکتی۔ خدا کی ذات کا پورا پورا حال بتلا نہیں سکتی۔ اور نہ ہی اُسکی اُس عظیم الشان تعریف کا بیان کر سکتی ہے جس سے کامل تسلی ہووے۔ یاد ہوگا۔ کہ جب خدا حضرت موسیٰ پر ظاہر ہوا تو اُسنے اپنا نام "وہ جو ہے" بتلایا۔ پس انسان خدا کی نسبت فقط یہی جانتا ہے کہ خدا وہ ہے جو ہے۔ یا یہ کہ وہ ساری چیزوں سے برتر اور بالا ہے۔ بلکہ کوئی شے اُس سے اچھی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور محض یہ خیال کہ کوئی چیز خدا قادر مطلق سے بزرگ ہوگی۔ انسان کے دل میں نہیں آسکتا۔ پس جبکہ یہ مان لیا جاوے کہ خدا سب موجودات سے افضل ہے۔ تو یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ دو وجود ہوں جو سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ ہوں کیونکہ یا تو ایک دوسرے کے برخلاف ہوگا۔ یا دونو برابر ہو (گو ان دونو میں کچھ مخالفت نہ ہوا) اور پھر اس برابری کی حالت میں بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ وجود ساری چیزوں سے اعلیٰ ہے۔ مگر خدا وہی ہے جو کہ تمام موجودات سے خواہ دیدنی یا نادیدنی ہوں۔ بزرگ و بلند ہے۔ اور اسکی اس بزرگی و بلندی ہی سے انسان معلوم کر سکتا ہے کہ وہ واحد خدا ہے جیسا کہ ایک مورخ نے بیان کیا ہے۔ کہ اگر وہ واحد اور ساری چیزوں سے افضل نہوتا۔ تو خدا نہوتا۔ مگر چونکہ وہ سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ لہذا وہ ضرور واحد ہے۔ کیونکہ اگر وہ افضل نہو۔ تو خدا نہوگا۔ اور اگر کوئی اُسکے برابر ہووے تو وہ لاثانی نہ رہیگا۔ اور واحد بھی نہ ہوگا۔

(۲) دنیا کی یگانگت ہی سے خدا کی واحدانیت ثابت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا بندوبست ایک ہی طرح پر ہوتا ہے۔ یعنے اسکے انتظام کا ایک ہی قاعدہ ہے۔ فرضاً اگر دو یا تین یا زیادہ خدا ہوتے تو انمیں کچھ نہ کچھ مخالفت ضرور ہوتی۔ مگر دنیا کے سب حال چال سے ہم پر بخوبی روشن ہے۔ کہ ایک ہی واحد شخص کے ارادہ کے موافق سب کچھ سنبھالا جاتا ہے۔ اور اُسی کے حکم سے تمام موجودات اپنی اپنی خاص جگہہ پر قایم کی گئی ہے۔ پس جبکہ وہ خدا سے سنبھالی گئی ہیں تو وہ ہی اُنکا اکیلا مالک ہے۔

(۳) اگر بائبل شریف کا ملاحظہ کیا جاوے تو یہ مسئلہ زیادہ تر روشن ہوکر بخوبی سمجھ میں آجاویگا چنانچہ اسمیں لکھا ہے کہ "سن لے اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے جی اور اپنے سارے زور سے خدا کو دوست رکھ یہہ باتیں جو آج کے دن میں تجھے فرماتا ہوں۔ تیرے دل میں رہیں" (استثنا ۶: ۴) اور یسعیاہ نبی فرماتے ہیں کہ "میں یہوواہ ہوں۔ یہہ میرا نام ہے۔ اور اپنی شوکت دوسرے کو نہ دونگا۔ اور وہ ستایش جو میرے لئے ہوتی ہے کھودی ہوئی مورتوں کے لئے ہونے نہ دونگا" (۴۲: ۸) پھر ملاکی نبی بڑے زور سے تنبیہ فرماتا ہے کہ "کیا ہم سبھونکا ایک ہی باپ نہیں؟ کیا ایک ہی خدا نے ہم سبھونکو پیدا نہیں کیا۔ پس کیا سبب ہے۔ کہ ہم اپنے باپ دادوں کے عہد کو ناپاک کرتے اور ایکدوسرے سے بیوفائی کرتے ہیں؟" (۲: ۱۰) اسیطرح سے حضرت ایوب بھی اپنی کتاب میں یوں ذکر کرتے ہیں۔ کہ "کیا جسنے مجھے رحم میں بنایا اُسے بھی نہیں بنایا۔ اور کیا ایک ہی نے ہمکو پیٹ میں پیدا نہیں کیا؟" (ایوب ۳۱: ۱۵)

(۴) باقی رہی انجیل مقدس وخطہائے عام۔ سو وہ تو واحدانیت سے بھرے ہی پڑے ہیں۔ اول اول مقدس یوحنا کی انجیل دیکھیں وہ فرماتا ہے۔ کہ ہمیشہ کی زندگی یہہ ہے کہ وہ تجھکو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسکو تونے بھیجا ہے جانیں" (یوحنا ۱۷: ۳) اور پھر مقدس پولوس بڑی صفائی سے واحدانیت ثابت کرتا اور فرماتا ہے کہ "ہم جانتے ہیں کہ بت مطلق دنیا میں کوئی چیز نہیں اور کوئی خدا نہیں مگر ایک۔ کیونکہ ہر چند افلاک و زمین میں بہت ہیں۔ جو خدا کہلاتے ہیں۔ چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں۔ لیکن ہمارا خدا ایک ہے جو باپ ہے۔ جس سے ساری چیزیں پیدا ہوئیں۔ اور ہم اُسی کیلئے ہیں۔ اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح جسکے وسیلے ساری چیزیں ہوئیں اور ہم اُسی کے وسیلے سے ہیں" (۱۔ قرنتی ۸: ۴ و ۶) انجیل شریف میں کئی جگہہ اور خدا کی واحدانیت ثابت ہے چنانچہ مقدس پولوس دوبارہ فرماتا ہے کہ "ایک خداوند ایک ایمان۔ ایک بپتسمہ۔ ایک خدا جو سب کا باپ۔ سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور تم سب میں ہے (افسی ۴: ۵ و ۶) پس جس حال کہ ہم مسیحی لوگ خدا کی واحدانیت کے قایل ہیں۔ بلکہ ہماری تعلیم فقط خدا کی واحدانیت پر موقوف ہے۔ تو یہ معلوم کیونکر ہمارے غیر قوم بھائیونکے دلوں پر یہہ بات اثر نہیں کرتی؟ کلیسیا کے بزرگوں نے خدا کی واحدانیت پر بہت زور دیا۔ کیونکہ مسیحی دین کے بعضے مخالف اکثر سمجھتے ہیں۔ کہ عیسائی تین خدا مانتے ہیں اور اسمیں کچھ تعجب نہیں۔ کہ غیر مذہب والے سرسری نظر سے یہہ سمجھیں کہ مسیحی دین کی یہہ تعلیم ہے۔ یا مسیحی دین کا عقیدہ یہہ ہی ہے کہ تین خدا ہیں۔ کیونکہ جب وہ سنتے ہیں۔ کہ عیسائی مسیح کو خدا جانتے اور روح القدس کو بھی خدا مانتے ہیں تو نتیجہ یہہ نکالتے ہیں کہ باپ ایک خدا بیٹا دوسرا خدا اور روح القدس تیسرا خدا ہے۔ لیکن مسیحیونکا یہہ مطلب ہرگز نہیں جیسا کہ میں ابھی

کہ ایکدوسرے سے الگ ہو نہیں سکتا۔ اور یہی امر روح القدس پر بھی صادق آتا ہے چنانچہ مقدس کروسٹم صاحب اس مقام کی تفسیر کرکے جہاں لکھا ہے کہ "خداوند اسے یہہ بخشے کہ اُس دن خداوند کا رحم اسپر ہووے وغیرہ" کیا یہہ

مضامین مفید المتدین

ساتواں نقطہ۔ شاگرد اس بات کی انتظاری میں نہیں تھے اگرچہ مسیح نے کئی دفعہ کہا تھا کہ میں جی اُٹھونگا

(۱) (یوحنا ۲۰ باب ۲ آیت) مریم مگدلینی لاش کو ڈھونڈتی تھی؛

(۲) (لوقا ۲۴ باب ۲۲-۲۴ آیتیں) اماؤس کے دو مسافر افسوس کے ساتھ گفتگو کرتے جاتے تھے؛

(۳) (لوقا ۲۴ باب ۳۷ آیت) شاگردوں نے گھبراتے اور ڈرتے ہوئے۔ مسیح کو دیکھا جب وہ جی اُٹھا؛

آٹھواں نقطہ مسیح کے جی اُٹھنے کی اصلیت

(۱) وہ باتیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔ ہمیں یہہ بتلاتی ہیں کہ مسیح کے جی اُٹھنے کی اصلیت تھی۔ پولوس اس بات پر خوب یقین کرتا تھا جب پولوس نے بڑھاپے میں تمطاؤس کو خط لکھا (۲۔ تمطاؤس ۲ باب ۸ آیت)

(۲) سارے شاگرد اس بات کے متفق الرائے ہیں کہ جس طرح ہم نے پہلے دیکھا۔ اور اس صورت میں کہ وہ مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں۔ ہم کو ثبوت مل جاتا ہے کہ اُنہوں نے صلاح کرکے یونہی نہیں لکھا ہے؛

(۳) علاوہ اِس کے ہم نے دیکھا کہ یہہ سارے گواہ چشم دید تھے۔ اِن سبھوں نے مسیح کو دیکھا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو دیکھا؛

(۴) اب سوال کرنا چاہئے کہ شاگردوں کا بیان جھوٹ یا دھوکا تھا۔ یا بالکل سچ تھا۔ اگر یہہ فیصلہ کیا جاوے کہ صحیح ہے۔ تو مسیح جی بھی اُٹھا ہے۔ اگر انکا بیان سچا نہیں۔ تو پھر ثابت کرنا کہ یہہ لوگ جھوٹے آدمی تھے۔ سو یہہ ثابت کرنا اِن دنوں مشکل ہے۔ کیونکہ اُن دنوں میں کسی نے اُن کو جھوٹا نہیں ٹھہرایا؛

(۵) شاگردوں نے صاف صاف بیان کیا ہے اور کسی طرح کی فیلسوفی کا استعمال نہیں کیا۔ اُن کو معلوم تھا کہ یہہ ایک معجزہ ہوا۔ سو شاگرد اِس معجزہ کا بیان کرکے ہر ایک انسان کو اپنی مرضی کا مالک بناتے ہیں۔ یعنے اُس کی مرضی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ آگے انسان چاہے مانے چاہے نہ مانے؛

نواں نقطہ انجیل نویسونکے بیانوں میں اور الفاظ پائیجاتے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باتیں نہیں بناتے تھے

(۱) محاورہ (لوقا ۲۴ باب ۱۶ آیت) اُنہوں نے اُس کو نہیں پہچانا۔ اگر وہ باتیں بناتے۔ تو ضرور کہتے کہ ہم نے اِسے پہچانا؛

(۲) محاورہ- ۱- قرنتیوں ۱۵ باب ۷ و ۸ آیتیں لکھا گیا کہ مسیح جی اُٹھکر صرف شاگردوں کو دکھائی دیا۔ اور اگر شاگرد دھوکا دینا چاہتے۔ تو وہ ضرور کہتے کہ وہ اوروں پر بھی ظاہر ہوا ہے؛

(۳) (۱- قرنتیوں ۱۵ باب ۵ و ۸ آیتوں) میں ایسا ذکر ہے کہ مسیح جی اُٹھکے شاگردوں کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ اِس بات کا مطلب ہم ہی سمجھتے ہیں کہ مسیح نے ایسا کیوں کیا۔ لیکن شاگرد صرف یوں ہی بیان کر دیتے ہیں۔ اگر وہ دھوکے باز ہوتے تو وہ کہتے کہ وہ ہمارے پاس رہتا تھا۔ مسیح اگلے دنوں میں شاگردوں کے ساتھہ ساتھہ رہتا تھا۔ مگر اب مسیح آسمان پر جانے کو ہے۔ بغیر اُس کے شاگردوں کو کام کرنا پڑیگا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح اس واسطے آیا جایا کرتا تھا۔ گویا اُن کو سکھا رہا تھا تاکہ کس طرح بغیر میرے تمہیں چلنا ہوگا۔ یا جیسے ماں اپنے بچے کو چلنا سکھاتی ہے۔ یا یوں کہو جیسے عقاب اپنے بچوں کو اُڑنا سکھاتا ہے۔ اِسی طرح مسیح شاگردوں کے پاس آکر سکھایا کرتا تھا؛

(۴) (یوحنا ۲۰ باب ۱۷ آیت) مسیح کے الفاظ مریم مگدلینی کو عورتیں مسیح کے ساتھ پہلے دنوں میں بڑی رفاقت رکھتی تھیں اور اُسکی خدمت کرتی تھیں۔ اگر شاگرد جھوٹ بولنا چاہتے تو وہ کہتے کہ مریم مگدلینی نے اُس کو چھوا؛

(۵) (یوحنا ۱۹ باب ۳۴ آیت) مسیح کی پسلی سے لہو اور پانی نکلا۔ ہم کو معلوم ہے کہ لہو اور پانی کے نکلنے کا کیا مطلب ہے۔ لیکن شاگردوں کو معلوم نہ تھا تو بھی سچے گواہوں کیطرح بیان کر دیتے ہیں؛

باقی آئندہ

واقعات اور آرائیں

پادری احسان اللہ معہ اپنے گھرانے کے ولایت کو تشریف لے گئے ہیں۔ امید ہے کہ چرچ مشنری سوسائٹی کے سوسالہ کانفرنس میں شریک ہونگے۔ انگلستان سے اُن کا ارادہ امریکہ جانے کا ہے۔ فی الحال اُن کا پتہ یہہ ہے۔ سیلسبری اسکوائر لندن۔

لاثانی اور قیمتی کتابیں۔ تمام دنیا میں بہت سی نادر اور قیمتی کتابیں ہیں مگر اُن میں چند مذہبی کتابیں بہت ہی قیمتی ہیں۔ مثلاً شاہ ایران کے پاس ایک قرآن ہے جس کی قیمت ۲۵ ہزار پونڈ ہے۔ اُس کی جلد خالص سونے کی ہے جو ½ حصہ انچ موٹا ہے اور اُس کے کنارے پر اتنی ہی موٹی چاندی کی گوٹ ہے۔ اُس پر ہلال کی صورت میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے ہیں اور ۱۰۹ ہیرے اور ۲۰۱ موتی اور ۱۲۲ رنگدار نگینے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے مقابل میں ایک بائبل کا نسخہ ہے جو عبرانی زبان میں ہے۔ یہہ کو ہنگن کی لائبریری میں ہے۔ کوئی شخص اُس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا جو لیس دوسرے نے سونے کے برابر تولکر بھی اُس کو دینا نہ چاہا یہہ ۳۷۵ تاڑ کے پتوں پر لکھا ہوا ہے۔ اُن کتابوں میں جو کم یاب ہیں ہم بائبل کی اُس جلد کو رکھ سکتے ہیں جو اکسفورڈ یونیورسٹی پریس میں شائع ہوئی۔ اُس کی لمبائی ½۱ انچ اور چوڑائی ¾ انچ ہے۔ خوردبین کے ذریعے سے اُس کو پڑھتے ہیں۔ مارکس ڈفرن کے پاس سکھوں کے گرنتھ کی ایک ایسی چھوٹی جلد ہے جو لمبائی و چوڑائی میں ڈاکخانے کے ٹکٹ سے آدھی ہے۔

کئی صدیوں سے مرغ کے بانگ دینے سے وقت کا اندازہ کیا جاتا ہے خصوصاً رات کے وقت تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ مرغ پہلی دفعہ ۱۲ بجے۔ دوسری دفعہ ۳ بجے۔ تیسری دفعہ ۶ بجے صبح بانگ دیتا ہے۔ اس سے خداوند مسیح کی پطرس کے انکار کی نسبت پیشین گوئی یاد صاف ہو جاتی ہے۔ یعنے یہہ کہ صبح سے پہلے پہلے تو تین دفعہ میرا انکار کریگا۔

شکر کی بات ہے کہ امریکہ کے سرگرم مسیحی اب صاف طور پر محسوس کرنے لگے ہیں کہ شراب کی سوداگری سرکار اور لوگوں کے حق میں مضر اور خدا کی مرضی کے برخلاف گناہ ہے۔ اب اس مکروہ سوداگری کے برخلاف جنگ کرنے کے لئے امریکہ کے بڑے بڑے لوگوں کی جماعت مقرر کی گئی ہے تاکہ ہر طرح سے اس سوداگری کی مخالفت کی جاوے۔

انڈیا سنڈے سکول یونین کا امتحان

ابکے سال پھر جولائی کے مہینے میں ہوگا۔ اس امتحان کے لئے ۱۸۹۹ء کے پہلے چھ مہینوں کے سنڈے سکول کے پرچوں میں سے سوالات دئے جاویں گے۔ پچھلے سال کی طرح اس سال بھی امتحان کے چار درجے ہونگے۔

(۱) استادوں کے لئے خواہ وہ کسی عمر کے ہوں۔

(۲) سینیر یا اعلیٰ درجہ جس میں وہ طالب علم شریک ہو سکیں گے جن کی عمر اٹھارہ سال یا اُس سے زیادہ ہوگی (۳) مڈل یا درمیانہ درجہ جس میں وہ سب شریک ہو سکیں گے جن کی عمر ۱۳ سے ۱۸ برس تک ہوگی۔

(۴) جونیر یا ادنیٰ درجہ جس میں وہ طالب علم شامل ہو سکیں گے جنکی عمر ۱۳ برس سے کم ہوگی۔

(۵) زبانی امتحان اُن کے لئے ہوگا جو کم عمر یا لکھ پڑھ نہیں سکتے۔

اس سال فنڈ کی کمی کی وجہہ سے انڈیا سنڈے سکول یونین کی طرف سے انعام تقسیم نہیں کئے جاویں گے مگر اُن سب کو سرٹیفکیٹ دئے جاویں گے کہ جو فیصدی کم سے کم چالیس نمبر حاصل کریں گے۔

اِس سال جب کہ سکولوں کی طرف سے کوئی انعام نہیں دیا جاویگا تو لوکل سنڈے سکولوں کو واجب ہے کہ اپنے اپنے ہاں کے طالب علموں کے لئے اگر وہ ہندوستان میں اول یا دویم درجہ حاصل کریں۔ تو انعام مقرر کریں۔

اڈمیرل ڈیوری نے جب منیلا کو فتح کیا تو ڈاکٹر پنکیوست نے جو نیویارک ملک امریکہ کی ایک پرسبٹیرین کلیسیا کے پاسبان ہیں۔ فلپاین میں پہلا مشنری بھیجنے کے واسطے روپے کے لئے اپیل کی۔ اسوقت ڈاکٹر پنکیوست کی کلیسیا کے شریکوں نے ایک ہزار کے ڈالر یعنے تین ہزار روپیہ کا چک لکھ کر دیدیا۔

پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا گیا ہے جس کے رو سے یونیورسٹی کے اُن ڈگری یافتوں سے کہ جنہوں نے انگلستان اور آئرلنڈ کی یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل نہیں کی ہیں اگر وہ اپنی ڈگریوں کو گریٹ برٹن میں استعمال کرنا شروع کریں تو دریافت کیا جاوے کہ انہوں نے اپنی ڈگریاں کہاں سے حاصل کی ہیں۔

ہندوستان میں بھی وقت آگیا ہے کہ اس قسم کا قانون جاری کیا جاوے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ بعض ایسے شخصوں نے جو لاہور کے میڈیکل کالج کے امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کسی نہ کسی طرح سے امریکہ سے۔ ایم۔ ڈی۔ کا ڈپلوما حاصل کر لیا ہے اور وہ اپنے ڈپلوموں سے فایدہ اُٹھا رہے ہیں۔

شعر و سخن

غزل طبعزاد شاد

ترا ہمتا نہیں ہر دو جہاں میں - نہیں تجھ سا زمین و آسماں میں
تری توصیف کامل مجھ سے کیا ہو - فرشتوں کے نہیں وہم و گماں میں
زمیں چوکی ترے پاؤں کی یارب - ترا تخت بریں ہے آسماں میں
تری رحمت نہیں مخفی جہاں پر - ترا احساں نہیں آتا بیاں میں
برآوے اِس زمیں پر یا خداوند - تری مرضی ہے جیسی آسماں میں
مسیحا میں درختِ بے ثمر ہوں - شفاعت کر حضورِ باغباں میں
نہ کاٹے کھاد ڈالے سال بھر تو - کہ شاید پھل لگے اِس ناتواں میں
یہی حسرت یہی ارمان باقی ہے - یہی اک آرزو ہے ہر زماں میں
کہ روزِ زندگی اُس خدا یا ہو - گزیں حمدِ شفیع عاصیاں میں
عنایت جلد ہو اب روحِ حق کی - اثر بالکل نہیں اپنی فغاں میں
تو مر کر جی اُٹھا قدرت سے اپنی - زمیں چھوڑی گیا باغِ جناں میں
تری رحمت فقط ہے ایک درکار - مسیحا شاد کو عمرِ رواں میں

دیگر

مرے جاں ترے در کا سایل یہی ہے - ترے صدقِ اُلفت کا قایل یہی ہے
یوں معشوق نے شکلِ عاشق بنائی - لگا کہنے مفعول فاعل یہی ہے
مرے جاں اُٹھا پردہ رخ کو اپنے - کہ اِس نیم جاں کا تو حایل یہی ہے
نہ ہے خواہشِ تاج و تخت و حکومت - تری پاسبانی کا سایل یہی ہے
ترے در پہ اپنا لگانے کو بستر - خیالِ دل و جاں سے مایل یہی ہے
تمنا ہے یہ تو پڑھے او گھٹنوں میں - ترا نام قایم ہے نایل یہی ہے
ترے وصل کی حسرت و یاس جاتی - ہاں دوزخ سے بھی بڑھکے ہایل یہی ہے
ہاں وصلِ مسیحا کی اُمید پختہ - تجھے کافی جنت کی نایل یہی ہے
مسیحا بھی شاد نا آشنا تھا - گو اب تیرے زخموں سے گھایل یہی ہے

خداوند یسوع مسیح کی آمدِ ثانی

شاہِ خوباں ہے آرہا دیکھو - نورِ یزداں ہے آرہا دیکھو
کہہ دو ملکہ سے تم صبا جاکر - پھر سلیماں ہے آرہا دیکھو
زار و فغفور و قیصر و سلطاں! شاہِ شاہاں ہے آرہا دیکھو
بادلوں پر سوار ہو کر پھر - نور افشاں ہے آرہا دیکھو
مر کے جی کے صعود کرکے وہ - حبِ بیماں ہے آرہا دیکھو
کیوں مقدس ہیں وجد میں آئے - خود ہی مہماں ہے آرہا دیکھو
منتظر کیوں کھڑے ہیں یہ عاصی - عینِ رحماں ہے آرہا دیکھو
ہیں یہ بھیڑیں بھی کیوں خوش و خرم - اِن کا چوپاں ہے آرہا دیکھو
شاد اب بھی ہے کیوں حزیں بیٹھا - اب تو جاناں ہے آرہا دیکھو

راقم

دینا ناتھ شاد - از لودیانہ

نوٹس

اگر کوئی شخص مندرجہ ذیل نورافشاں کی سالانہ جلد اور پرچے بھیج سکے - تو ہم اُسکو قیمت فی جلد پانچ روپیہ اور فی پرچہ ۲ر دے سکتے ہیں - کیونکہ ہمیں ایک شخص کے لئے درکار ہیں - چاہیے کہ ارسال کنندہ بنام اڈیٹر صاحب نورافشاں لودیانہ بہت جلد روانہ کریں - کیونکہ جس شخص کی جلد اور پرچے پہلے وصول ہونگے ضرور منظور کئے جاوینگے اور باقیوں کو واپس - جلد ۱۸۹۳ء - اور اب پرچہ ہمکو ۵ ستمبر - ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۶ء و ۱ و ۸ و ۱۵ - ستمبر ۱۸۹۸ء درکار ہیں ؛

المشتہر - اڈیٹر نورافشاں

نوٹس

۱ ۲

دو وظیفے مبلغ آٹھ - آٹھ روپیہ ماہوار کے ہر ایک ہندوستانی کرسچنوں کے واسطے جو کہ اِس کالج میں تعلیم پاوینگے - جن کی عمر بیس یا بیس سال سے کم ہوگی - اور جنہوں نے امتحان انٹرنس پہلے یا دوسرے ڈویزن میں پاس کیا ہو - دو سال تک دئے جاوینگے -

جو طالبعلم زیادہ معلومات کرنی چاہتے ہوں - پرنسپل صاحب سے خط و کتابت کر سکتے ہیں -

۱۵ - مئی ۱۸۹۹ء کے بعد کوئی درخواست نہیں لیجاویگی -

المشتہر

پادری جے - ڈبلیو - ٹی - رایٹ - ایم - اے - پرنسپل سینٹ سٹیفنس کالج دہلی

نارتھ ویسٹرن ریلوے

فروخت کیلئے پرانے لوہے کی ریلیں

لمبائی - چوڑائی - نرخ اور پہنچانے کی شرائط وغیرہ کی نسبت چیف سٹور کیپر - این - ڈبلیو - ریلوے لاہور سے خط و کتابت کرو ؛

دستور العمل اخبار نورافشاں

قیمت سالانہ اہلِ شہر سے بغیر انگریزی ضمیمہ . .	[illegible]
قیمت سالانہ اہلِ شہر سے معہ انگریزی ضمیمہ . .	[illegible]
قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک بغیر انگریزی ضمیمہ . .	[illegible]
قیمت سالانہ معہ محصولڈاک معہ انگریزی ضمیمہ . .	[illegible]
قیمت دو کاپیونکی ایک ہی شخص کے نام پر معہ محصولڈاک فی کاپی معہ ضمیمہ . .	[illegible]
بغیر ضمیمہ	[illegible]
قیمت تین کاپی یا اُس سے زیادہ ایک ہی شخص کے نام پر معہ ضمیمہ و محصول فی کاپی . .	[illegible]
بغیر ضمیمہ	[illegible]
طالبعلموں کیلئے جو ہیڈ ماسٹر یا سپرنٹنڈنٹ کی معرفت درخواست کریں معہ محصول و ضمیمہ . .	[illegible]
بغیر ضمیمہ	[illegible]

پادری ای - ایم - ویری صاحب - ڈی ڈی - اڈیٹر و منیجر اخبار نورافشاں کیواسطے - امریکن مشن پریس لودیانہ میں - ایم - وایلی کے اہتمام سے چھپا ؛